جناب عبدالرشید عراقی قسط نمبر ۲

امام ابوعبید قاسم بن سلاّمؒ

کتاب الاموال جلد اوّل ص ۳۱ پر ہے:

"علماء کی کسی مجلس میں ایک اہل سنت کا یہ موقف محل بحث تھا، کہ وہ ان احادیث کی صداقت میں یقین نہیں رکھتا، جن میں رویت الٰہی، کرسی، اور اللہ تعالیٰ کے دو قدموں کی جگہ، اللہ کا اپنے بندوں کی ناامیدی پر ہنسنا، اور جہنم کا بھر جانا، نیز اسی قسم کی دیگر عبارتیں مذکور ہیں۔

امام ابوعبیدؒ نے کہا، کہ تم نے اس شخص کا مرتبہ میری نظر میں کم کر دیا۔ یہ امور برحق ہیں، ان میں کوئی شک نہیں۔ ان احادیث کو ہم تک مستند و ثقہ راویوں نے پہنچایا ہے، یہ الگ بات ہے، کہ جب ہم میں سے کسی سے ان احادیث کی شرح و تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو ہم اس کی تفسیر نہیں کر سکیں گے، اور نہ ہی کوئی اس کی تفسیر تک پہنچ سکا ہے" [1]

سیرت اخلاق و سیرت کے بارہ میں، آپ کے بارے میں ایک ایسا جملہ ملتا ہے جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے، یعنی کہ:

"وکان ذا سیرۃ جمیلۃ" [2]

وہ اچھی سیرت کے مالک تھے"

صبر و حلم صبر و حلم میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، اپنے مخالفین اور معترضین کے خلاف کبھی بھی انتقامی جذبہ پیدا نہیں ہوا، ہمیشہ صبر اور متانت سے جواب دیتے تھے، اور نہ ہی کبھی کسی پر نکتہ چینی کی۔ [3]

---

[1] کتاب الاموال، ج ۱، ص ۳۱ بحوالہ طبقات النحویین، واللغویین، ص ۲۱۸ [2] تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۰۹۔ تاریخ ابن خلکان، ج ۲، ص ۱۶۳ [3] تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۰۹

خودداری

طبعاً نہایت خوددار تھے، امیر طاہر بن عبداللہ سے ان کے بڑے اچھے مراسم تھے، اور وہ ان کو وقتاً فوقتاً بڑے انعام و اکرام سے نوازتا رہتا تھا، مگر ابو عبید باوجود اس کے کبھی خودداری کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی نے ان کی ایک خودداری کی مثال پیش کی ہے کہ:

"امیر طاہر بن عبداللہ جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، تو راستہ میں امیر خراسان، اسحاق بن ابراہیم کے ہاں قیام کیا، تو امیر اسحاق بن ابراہیم نے علمائے کرام کو پیغام بھجوایا، کہ وہ امیر طاہر کے پاس آکر اس کو استفادہ کا موقع دیں، اس حکم پر اکثر محدثین کرام، اور فقہائے عظام امیر طاہر بن عبداللہ کے پاس گئے، مگر عبید نے جانے سے انکار کر دیا، اور لکھ بھیجا، کہ:

"علم کسی کے پاس نہیں جاتا، بلکہ
اس کے پاس جایا جاتا ہے"

اس جواب پر امیر اسحاق بن ابراہیم برہم ہوا، اور ان کا ماہانہ دو ہزار ماہانہ وظیفہ بند کرا دیا، اور اس کی اطلاع امیر طاہر بن عبداللہ کے والد امیر عبداللہ کو دے دی، لیکن امیر عبداللہ پر ابو عبید کے اس کردار کا یہ اثر ہوا، کہ اُس نے امیر اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ ابو عبید نے بالکل صحیح کیا ہے، اس لئے میں اس کا وظیفہ دو چند کرتا ہوں اب تک تم نے جو رقم وضع کی ہے، اس کو مع اضافہ کے ادا کر دو۔ [۱]

مرجعیت و مقبولیت

اپنے علمی و دینی اور اخلاقی کمالات کی وجہ سے عوام اور خواص، ہر طبقہ میں مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔ علماء اور اصحاب علم کی طرح امراء اور رؤسا بھی ان کے مداح اور قدردان تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"ھو الامام المقبول عند الکل" [۲]

وفات

امام ابو عبید نے ۲۲۴ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ اس وقت معتصم باللہ کا عہد خلافت تھا۔ وفات کے وقت عمر ۷۳ یا ۷۴ سال تھی۔ حافظ ابن کثیر کا

---

[۱] تاریخ بغداد: ج ۱۲، ص ۴۰۵۔ معجم الادباء، ج ۶، ص ۶۶۔
[۲] تہذیب التہذیب: ج ۸، ص ۳۱۶۔ طبقات الشافعیۃ ج ۱، ص ۲۷۹۔

بیان ہے، کہ آپ کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی، اس لیے کہ سن ولادت ۱۵۰ھ اور سن وفات ۲۲۴ھ ہے، اس لحاظ سے انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۳، ۷۴ سال کی رہی ہو گی۔

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، کہ امیر عبداللہ بن طاہر سے آپ کے بہت مراسم تھے وہ آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا۔ اسے، کو جب آپ کے انتقال کی خبر پہنچی، تو اس کو بہت صدمہ پہنچا، تو اس نے آپ کی وفات پر چند اشعار میں اپنے جذبات و تاثرات کا اظہار کیا:

وفات کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ ابوبکر زبیدی کا بیان ہے کہ حج سے فراغت کے بعد جب ابو عبید نے واپسی کا ارادہ کیا تو خواب میں سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ابو عبید کا بیان ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ جلوہ افروز ہیں۔ ارد گرد جانثار بھی خدمت و حفاظت کے لیے موجود ہیں۔ زائرین آکر سلام عرض کرتے ہیں۔ مصافحہ کرتے ہیں۔ لیکن مجھے باریابی کی اجازت نہیں تھی۔ میں نے روکنے والوں سے کہا کہ تم لوگ مجھے حاضری کا موقع کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے کہا، تم کل عراق جا رہے ہو، تمہیں کیسے اجازت مل سکتی ہے؟ میں نے کہا، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اس دولت کو چھوڑ کر میں عراق نہیں جا سکتا۔ ان لوگوں نے مجھ سے عہد و پیمان لینے کے بعد مجھے حاضری کا موقع دیا۔ اور سلام و مصافحہ کی سعادت میسر آئی۔ اس کے بعد انہوں نے روانگی کا ارادہ فسخ کر کے مکہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اور یہیں انتقال کیا۔ جعفر کے گھر میں دفن ہوئے [1]

بعض مؤرخین نے تصریح کی ہے۔ کہ مدینہ میں خواب دیکھا تھا۔ اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔[2]

حلیہ:

نہایت وجیہہ و شکیل اور پُر رعب و باوقار تھے۔ حنا کا خضاب استعمال کرتے تھے۔[3]

---

[1] معجم الادباء ج ۱۶ ص ۲۵۷ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۶۴، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۲۲ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۱۶ [2] وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۲۷ -

[3] تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۶۴ مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۱۸۵ -

ابو عبیدؒ مصنف کی حیثیت سے :

امام ابو عبیدؒ کامیاب مدرس واتالیق ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت کامیاب مقبول اور مستند مصنف تھے۔ ان کی تصنیفات میں صحیح مواد موجود ہے۔ اور رطب ویابس سے مبرا ہیں۔ علمائے کرام نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ امام ابو عبید مسلّمہ مصنف اور اہل قلم تھے۔

حافظ جیسے بلند پایہ ادیب وانشاء پرداز کو بھی اعتراف ہے کہ :

"لم یکتب الناس اصح من کتبه ولا اکثر فائدة !"

"ان سے زیادہ صحیح عمدہ اور مفید کتابیں لوگوں نے نہیں لکھیں"

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :

"ابو عبید کی تصنیفات مشہور ومقبول اور لوگوں میں شائع وذائع تھیں !"

حافظ ابن حجرؒ اور خطیب بغدادی کی ایک جیسی رائے ہے کہ :

"ابو عبید کی تمام کتابیں ہر خطہ میں مستحسن اور مقبول سمجھی جاتی تھیں۔ اور ان کے رواۃ بڑے ثقہ، معتبر، اور اہم لوگ تھے"

ابن درستویہ فارسی لکھتے ہیں کہ :

"ابو عبید نے قرآن، فقہ، حدیث، امثال، معانی، ادب اور شعر وغیرہ کے متعلق بڑی مفید کتابیں لکھیں۔ جو روایت کے حسن اور نقل کی صحت کے لحاظ سے بڑی عمدہ ہیں[1]"

امام ابو عبید نہایت تحقیق اور محنت وجانفشانی سے کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کی کتابیں امراء وعلماء کے ہاتھوں میں پہنچتیں تو انہیں گراں قدر صلے اور تعریفیں پیش کی جاتیں۔

ابو عبید نے قرآن مجید، حدیث فقہ ادب ولغت پر مختلف بیش قیمت تصانیف چھوڑیں جنہیں ان کے بعد آنے والے علماء نے سندِ قبولیت بخشی اور پھر بعد کے مصنفین نے کامل اعتماد کے ساتھ ان سے استفادہ کیا۔ ان کے اقتباسات اپنی تصانیف میں درج کیے۔

---

[1] معجم الادباء ج ۶ ص ۱۶۳، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۹۲ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۱۷، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۳، ۴۰۷۔

ان کی بعض تصانیف کی شرحیں اور بعض کا اختصار بھی کیا گیا۔

مورخین اور علمائے سیر نے ان کو کثیر التصانیف اور صاحب المصنفات الکثیرہ لکھا ہے۔ آپ کی جن کتابوں کے نام مل سکے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) کتاب الاحداث (۲) کتاب الحجر والتسلیم (۳) کتاب الحیض (۴) کتاب الادب والقاضی (۵) کتاب الناسخ والمنسوخ (٦) کتاب الایمان والنذور۔

ان کتابوں کا تعلق فقہ سے ہے۔

(۷) کتاب عدد اسماء القرآن (۸) کتاب فضائل القرآن (۹) کتاب المقصود والمحدود (۱۰) کتاب القرأت۔

یہ کتابیں قرأت و قرآن کے موضوع پر ہیں۔ کتاب القرأت، فنِ قرأت کی اہم کتاب ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب بتایا ہے۔ خواہ یہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ تاہم اتنا مسلم ہے کہ کوفہ میں اس طرز کی کوئی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھی[۱]

(۱۱) کتاب النصب (۱۲) کتاب الشعراء، (۱۳) کتاب المذکر والمؤنث۔

ان کتابوں کا تعلق انصاب، شعر اور نحو وغیرہ سے ہے۔

(۱۴) کتاب الطہارۃ یا کتاب الطہور۔ اس کا ان کتبِ حدیث میں شمار ہوتا ہے۔ جو کسی خاص باب کی حدیثوں پر مشتمل ہوتی ہیں[۲]

(۱۵) کتاب الامثال یا کتاب الامثال السائرۃ۔ اس کتاب میں روایات و اقوال کو ابواب کے اندر جمع کیا گیا ہے۔

ابو عبیدہ عبداللہ بن عبدالعزیز اندلسی (م ۴۸۷ھ) نے فصل المقال کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ جس میں اس کے مشکلات کی تشریح و وضاحت کے علاوہ بعض اضافے بھی ہیں اور ابوالمظفر محمد بن آدم (م ۴۱۴ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی ہے[۳]۔

(۱٦) کتاب معانی القرآن۔ اس موضوع پر امام ابو عبید سے پہلے بھی کئی علمائے کرام نے لکھا ہے لیکن امام ابو عبید کی کتاب ان سب کی جامع ہونے کے علاوہ آثار و اسانید اور

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۵، تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۴۱۱ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۰۱۔

[۲] الرسالۃ المستطرفہ ص ۴۰۔

[۳] تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۴، ۴۰۵، کشف الظنون ج ۱ ص ۲۵۰۔

صحابہ و تابعین اور فقہاء کی تفسیروں کا مجموعہ ہے[1]

(۱۷) غریب القرآن ۔ اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ملتی ۔ غالباً یہ غریب الحدیث کے انداز کی کتاب ہے۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۱۸) غریب المصنف یا المصنف الغریب ۔ یہ کتاب ابو عبید کی اہم کتابوں میں سے ہے ۔ اور مصنف کی پسندیدہ کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے ۔ اس کتاب میں پہلے انسان پھر عرش اور اس کے بعد گھوڑوں اور اونٹوں اور دوسرے انواع و اصناف کی خلقت کا یکے بعد دیگرے ذکر ہے[2]

ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی اور علی بن حمزہ بصری (م ۳۷۵ھ) نے اس کا رد لکھا تھا ۔ لیکن اس سے ابوعبید کی شہرت و مقبولیت میں کوئی فرق نہ آیا۔

ابوالعباس احمد بن محمد مرسی (م ۴۶۰ھ) اور یوسف بن حسن بن سیر (م ۳۸۵ھ) نے اس کی شرح لکھی تھی[3]۔

(۱۹) غریب الحدیث ۔ اس کتاب میں حدیثوں کے دقیق مسائل و مباحث اور مشکل الفاظ ولغات کی تشریح کی گئی ہے ۔ ہلال بن علاء فرماتے ہیں کہ اس امت پر اللہ نے جن چار بزرگوں کے ذریعہ احسان عظیم کیا ہے ان میں ایک ابوعبید بھی ہیں ۔ انہوں نے غریب حدیثوں کی تشریح و تفسیر کرکے لوگوں کو غلطی میں پڑنے سے بچالیا ۔ اس کتاب کو بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی ۔ اور تمام علمائے فن نے اس کو مستند، اہم اور لائق اعتنا تصنیف قرار دیا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اس کتاب کی تحسین فرمائی ، اور امام بخاریؒ، مسلم، ابوداؤدؒ، اور ترمذیؒ نے اس کی تشریحات کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

بعض لوگوں نے اس موضوع پر اس کتاب کو سب سے پہلی کتاب قرار دیا ہے ۔ لیکن یہ صحیح نہیں ۔ اس سے پہلے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی جاچکی تھیں ۔ لیکن ان کتابوں کو اتنی شہرت حاصل نہیں ہوئی جو اس کتاب کو حاصل ہوئی ۔ اس لئے کہ امام ابوعبید نے روایات

---

[1] تاریخ بغداد ج ۲ ص ۴۰۴، ۴۰۵ کشف الظنون ج ۱ ص ۲۵۰ و کشف الظنون ج ۲ ص ۱۶۰۔

[2] تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۶ ، فہرست ابن ندیم ص ۱۰۶ ، معجم الادباء ج ۶ ص ۱۶۴ ، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ ص ۳۷۶ ۔ ۳۷۷ ۔ [3] کشف الظنون ج ۲ ص ۱۵۹ ۔

کی سندیں بھی ذکر کی ہیں۔ اور ہر صحابی اور تابعی کی روایات کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ اور اس طرح مصنف کو کافی محنت کرنی پڑی۔ جس پر تقریباً ۴۰ سال صرف ہو گئے۔

اس کی تکمیل کے بعد مصنف نے جب اس کتاب کو امیر طاہر بن عبداللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ توانہوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ اور کہا کہ جس شخص نے ایسی بلند پایہ کتاب لکھی ہے وہ یقیناً اس کا مستحق ہے کہ اس کو فکرِ معاش سے بے نیاز کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ابو عبید کا دس ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔[1]

گو ابو عبید کی اس موضوع پر یہ پہلی کتاب نہیں۔ مگر اس کے بعد کے لوگوں کے لیے اس نے ایک نئی راہ ضرور نکال دی۔ اور بعد میں آنے والوں نے ان کے نقشِ قدم کا تتبع کیا۔ چنانچہ ابنِ قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے بھی اسی طرز پر ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب بھی امام ابو عبید کی کتاب غریب الحدیث کے پایہ کی ہے۔ اور ابنِ قتیبہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کتابوں کے بعد حدیث میں کوئی ایسی غریب چیز نہیں رہ جاتی جو بحث و کلام کی محتاج ہو۔

بہر حال یہ کتاب ہر طبقہ و فن کے لوگوں میں مقبول ہے۔ مشکلات میں اس کی جانب رجوع اور اس کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ محدثین، فقہاء اور اہلِ سنت کی پسندیدہ کتاب ہے۔ اس میں ان سب کے ذوق اور ضرورت کا سامان موجود ہے۔[2]

محب الدین احمد بن عبداللہ طبری (م ۶۹۴ھ) نے تقریب المرام فی غریب القاسم بن سلام کے نام سے اس کا مختصر لکھا تھا۔ جس کی بتویب حروف پر کی گئی ہے۔[3] غریب الحدیث کا ایک قلمی نسخہ رام پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[4]

(۲۰) کتاب الاموال۔ امام ابو عبیدؒ کی تمام کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ لیکن یہ کتاب چھپ گئی ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب اسلامی حکومتوں کے مالیاتی نظام سے متعلق تمام امور و مسائل پر جامع اور حاوی ہے۔

اسلامی مملکت کا مالیاتی نظام، جس کی بنیاد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۱۰-۴۱۳ - تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴ - تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۱۶ - [2] تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۵ -

[3] کشف الظنون ج ۲ ص ۱۵۶ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۵ -

[4] فہرست کتب خانہ رام پور ج ۱ ص ۱۲۹ -

جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں بتدریج ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ اور پھر اسلامی دَور کی ابتدائی دو صدیوں میں اسے جن تغیرات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی کتاب الاموال کا موضوع ہے۔ مالیاتی نظام سے متعلق امام ابو عبید کو جو عبور حاصل ہے، اپنے زمانہ سے آج تک اسلامی حکومت کے محاصل پر ان کی شخصیت مسلّم رہی ہے۔ اور ان کی یہ تصنیف بعد میں آنے والوں کے لیے معتمد علیہ کتاب بنی رہی[1]

یہ کتاب بہت سے اجزاء و ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر جز کے شروع میں راوی نے ابو عبید تک اپنی سند کا بھی ذکر کیا ہے[2]

یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

حصہ اول میں ان تمام آمدنیوں کا ذکر ہے۔ جو اسلامی مملکت کو غیر مسلموں اور مفتوحہ علاقوں سے حاصل ہوتی ہیں۔ یعنی اس میں مسلمانوں سے حاصل ہونے والے صدقات (زکوٰۃ) کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل دو بڑی آمدنیاں اور ان سے متعلقات کا ذکر ہے:

(۱) غنیمت اور اس سے حاصل ہونے والا خمس ($\frac{1}{5}$)

---

[1] مالیات کے موضوع پر سب سے پہلی تصنیف مطبوعہ جو ہمیں ملتی ہے۔ وہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کی "کتاب الخراج" ہے۔ اپنی اس کتاب کا سبب تالیف وہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ان امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالٰی سألنی ان اضع لہٗ کتاباً جامعاً یعمل بہ فی الخراج والعشور والصدقات والجوالی وغیر ذالک مما یجب علیہ النظر فیہ العمل بہ وانما اراد بذالک رفع الظلم عن رعیتہ والصلاح لامرھم" (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۳)

"مجھ سے امیرالمؤمنین (ہارون الرشید) نے اللہ تعالٰی ان کی تائید و نصرت فرمائے، یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں ان کے لیے ایک جامع کتاب تصنیف کر دوں۔ جس کے مطابق خراج دعشور و صدقات و جزیہ کی وصولی میں عمل کیا جائے۔ نیز دیگر ایسے امور (حکومت کیلئے) قابل غور ہوں۔ اور جن پر عمل کیا جانا ضروری ہو۔ اس سے امیرالمومنین کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ رعایا پر ظلم نہ ہو سکے۔ اور ان کے معاملات سدھر جائیں۔

[2] اس کتاب میں امام ابو عبید نے تشریح و وضاحت کے لیے احادیث و روایات و خلفائے راشدینؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فیصلے صحابہؓ و تابعینؒ کے فتاویٰ اور ائمہؒ کے اقوال و آراء پر انحصار کیا ہے۔

(۲) فئے! یہ لفظ اپنی جامعیت کی وجہ سے حکومت کو ملنے والے تمام اموال اراضی ومحاصل پر حاوی ہے۔ جو غیر مسلموں سے وصول ہوتا تھا۔ اور عامۃ المسلمین کے مفاد کے لیے حکومت کی تحویل میں رہتا تھا۔ غنیمت کا خمس بھی فئے کہلاتا ہے۔ کیونکہ بیت المال میں پہنچ کر اس کا مصرف بھی فئے کی طرح ہوتا ہے۔

حصہ دوم میں مسلمانوں سے وصول کیے جانے والے صدقات (زکوٰۃ) کا ذکر ہے:

حدیث کے علاوہ فقہی اور اجتہادی حیثیت سے بھی اس کتاب کا پایہ نہایت بلند ہے۔ امام ابوبکر خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ یہ فقہ کی بہترین کتاب ہے[۱] مصنف نے اس میں صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ فقہ وحدیث کے اقوال وفتاویٰ اور ان کے دلائل کا ذکر کرکے ان پر تنقید و محاکمہ کیا ہے۔ اور اپنی ترجیح کو دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آیات کے مفہوم، شانِ نزول، علمائے تفسیر کے اختلافات، آیاتِ قرآنی سے احادیث کے نسخ وغیرہ کے تفسیری مباحث بھی ہیں۔

مغازی، ایام وقائع، انساب، لغت وعربیت، اشعار عرب اور فارسی زبان وغیرہ سے بھی مصنف کی واقفیت ومعرفت کا اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے۔

مصنف نے اکثر مسائل ومباحث پر بڑی عالمانہ اور محققانہ بحث کی ہے۔ جس سے ان کی وسعتِ نظر اور قوتِ استدلال کا پتہ چلتا ہے۔

سنہ ۱۳۵۳ھ میں محمد حامد الفقی نے پہلی مرتبہ کتاب الاموال کو ۶۱۶ صفحات میں مصر سے کئی نسخوں سے مقابلہ وتصحیح کے بعد شائع کیا ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ بھی ہے۔ اس میں ابوعبید کے سوانح، تصنیفات اور کتاب الاموال کے مخطوطہ نسخوں اور طباعت واشاعت کی رودادکا تذکرہ ہے۔ حواشی میں اختلافِ نسخ کے علاوہ الفاظ ولغات، اسماء واعلام اور بلاد واماکن کی تشریح وتحقیق، سنین کی تعیین اور کتاب کی روایتوں اور مصنف کے اقوال کی تائید میں دوسری کتبِ حدیث وفقہ کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

کتاب الاموال کا اردو ترجمہ مولانا عبدالرحمان طاہر سورتی کے قلم سے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ جلد اول ۴۴۵ صفحات اور جلد دوم ۴۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

---

[۱] تاریخ بغداد ج ۲ ص ۴۰۵۔

______ ابو عبیدؒ کی مذکورہ بالا تصنیفات کا ذکر ابن ندیم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الفہرست میں کیا ہے۔[1]

مگر ان کے علاوہ بھی ابو عبیدؒ کی کتابوں کا پتہ چلا ہے۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔ان کتابوں کی فہرست مولانا عبدالرحمان طاہر سورتی نے کتاب الاموال اُردو جلد اول میں کیا ہے۔ اس لحاظ سے امام ابو عبید کی تصنیفات کی تعداد ۳۴ ہو جاتی ہے۔

۲۱۔ فضل القرآن و معالمہ و آدابہ۔
۲۲۔ رسالہ فی ما ورد و فی القرآن الکریم من لغات القبائل۔
۲۳۔ کتاب المجاز۔
۲۴۔ کتاب فی الایمان و معالمہ وسنتہ واستکمار و درجاتہ۔
۲۵۔ کتاب الایضاح۔
۲۶۔ کتاب الخطب والمواعظ۔
۲۷۔ کتاب الاجناس من کلام العرب۔
۲۸۔ کتاب خلق الانسان ونعوتہ۔
۲۹۔ کتاب الاضداد والضد فی اللغۃ۔
۳۰۔ کتاب النعم والبہائم والوحش والسباع والطیر والہوام وحشرات الارض۔
۳۱۔ کتاب فعل وافعل۔
۳۲۔ فصل المقال فی شرح الامثال۔
۳۳۔ کتاب معانی الشعر۔
۳۴۔ رسالۃ فیما اشبعۃ اللفظ واختلف المعنیٰ[2]

---

[1] الفہرست ص ۱۰۷۔ [2] کتاب الاموال اُردو ج ۱ ص ۴۶-۴۷۔